الدر المنظوم کی تاریخی ، مذہبی اور سماجی اہمیت

محمد اسلم

حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین جہانگشت بخاریؒ کے مریدوں نے اُن کے سوانحِ حیات اور ملفوظات کے کئی مجموعے تیار کئے تھے ۔ ان میں سے جامع العلوم ، تاریخ محمدی ، مناقب قطبی ، خزانۂ جلالی اور جواہر جلالیہ[1] خاص طور پر مشہور ہیں ۔

جامع العلوم کا اردو ترجمہ الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم کے عنوان سے ۱۳۰۷ھ میں ملتان سے طبع ہو چکا ہے ۔ ان ملفوظات کے مطالعہ سے سلطان فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء) کے عہد کی مذہبی ، سماجی اور ثقافتی زندگی پر ایک نئے زاویے سے روشنی پڑتی ہے ۔ اس لیے بر عظیم پاک و ہند میں مسلم دور کی تاریخ کے طالب علم کے لیے مخدوم جہانیاں کے ملفوظات کا مطالعہ ناگزیر ہے ۔

صاحب ملفوظات : صاحب ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین جہانگشت بخاریؒ کا اصل نام حسین تھا ۔[2] موصوف اُوچہ شریف کے مشہور روحانی پیشوا حضرت جلال الدین سرخپوش بخاریؒ (م ۱۲۹۱ء) کے

۱۔ جواہر جلالیہ مرتبہ فضل اللہ (ضخامت ۶۲۵ ورق) کا ایک نادر مخطوطہ ڈاکٹر محمد وارث ترمذی ساکن ناظم آباد کراچی کے ذاتی کتابخانے میں محفوظ ہے ۔

۲۔ محمد جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ، یونیورسٹی کلکشن نمبر ۱۳۰ ، ورق ۱۵۳ ب ۔

پوتے اور سید احمد کبیرؒ کے فرزند رشید ہیں ۔

جامع العلوم کے مرتب سید علاءؒ الدین نے حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ سنا تھا کہ موصوف ۷۰۷ھ (۱۳۰۷ء) میں شب برأت میں پیدا ہوئے تھے ۔[۱] انہوں نے ابتدائی تعلیم اُوچہ شریف میں پائی اور نو عمری ہی میں اپنے چچا سید صدر الدینؒ کے مرید ہو گئے عالم جوانی میں مخدوم صاحب ملتان تشریف لے گئے جہاں انہوں نے حضرت ابوالفتح رکن الدین سہروردیؒ (م ۱۳۳۴ء) کی نگرانی میں علوم ظاہری اور باطنی کی تعلیم حاصل کی ۔

الدر المنظوم میں مخدوم صاحب نے بعض موقعوں پر اپنے اساتذہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس ضمن میں اُوچہ کے قاضی بہاءؒ الدین کا ذکر بھی کیا ہے جن سے انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی ۔[۲] قاضی بہاءؒ الدین کی وفات کے بعد شیخ رکن الدینؒ نے اپنے پوتے شیخ موسیٰ اور مولانا مجد الدین کو ان کا اُستاد مقرر کیا ۔ مؤخر الذکر اُستاد سے مخدوم صاحب نے بزدوی اور ہدایہ کا درس لیا تھا ۔[۳]

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں موصوف ملتان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ، ان کے مرشد شیخ رکن الدینؒ کی اہلیہ محترمہ شیخ موصوف کے حکم سے دودھ میں میوے ابال کر انہیں بھیجا کرتی تھیں ۔[۴]

مخدوم جہانیاں نے کچھ عرصہ دہلی میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی (م ۱۳۵۶) کی خدمت میں بھی گذارا اور ان کی نگرانی میں منازل سلوک طے کیں ۔

مخدوم صاحب کی زندگی کا بڑا حصہ حصول علم اور سیر و سیاحت میں گزرا تھا ۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران میں انہوں نے بہت سا وقت امام عبداللہ یافعی کی صحبت میں گذارا ۔ انہوں نے زمانہ طالب علمی میں حدیث اور تصوف کی جو کتابیں ملتان اور اُوچہ میں پڑھی تھیں وہ آپ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ میں قیام کے دوران میں دوبارہ پڑھیں اور ان

۱۔ سید علاءؒ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۷۵ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۴۳۵ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۶۳۸ ۔
۴۔ ایضاً ، ص ۶۹۷ ۔

کی باقاعدہ سند حاصل کی ۔ الدر المنظوم کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مخدوم صاحب نے حجاز میں قیام کے دوران میں صحیح بخاری ، صحیح مسلم ، مؤطاء امام مالک ، جامع ترمذی ، مسند احمد ابن حنبل ، سنن بیہقی اور المستدرک کا مطالعہ کیا تھا ۔[1] موصوف نے شیخ الشیوخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردیؒ کی عوارف المعارف حرم نبوی میں شیخ عبداللہ مطری سے پڑھی ۔ مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ عوارف المعارف حرم نبوی میں شیخ عبداللہ مطری سے پڑھی ۔ مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ عوارف المعارف کا جو نسخہ ان کے زیر مطالعہ تھا وہ شیخ الشیوخ کی نظر سے گذرا ہوا تھا ۔[2] حرمین شریفین میں قیام کے دوران میں انہیں معلوم ہوا کہ عراق کے ایک دور افتادہ گاؤں میں شیخ الشیوخ کے ایک معمر خلیفہ شیخ محمود تستریؒ مقیم ہیں اور انہوں نے عوارف المعارف شیخ الشیوخ سے سبقاً سبقاً پڑھی تھی ۔ مخدوم صاحب نے فوراً رخت سفر باندھا اور شیخ محمود تستری کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے عوارف المعارف لفظاً لفظاً سنی ۔ مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ اس وقت شیخ موصوف کی عمر ۱۳۲ برس تھی اور ان کی صحت کا یہ عالم تھا کہ وہ عصاً کے سہارے چل پھر لیتے تھے ۔[3]

مخدوم جہانیاں نے سیر و سیاحت کے دوران چھتیس حج کئے اور ربع مسکون کی سیر کرنے کے بعد بالاخر اُوچہ شریف میں مقیم ہو گئے ۔

تغلق سلاطین ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے ۔ سلطان محمد بن تغلق نے انہیں شیخ الاسلام کا منصب پیش کیا اور ۴۰ خانقاہیں ان کی تحویل میں دیں ۔ ایک رات انہوں نے خواب میں اپنے مرشد شیخ ابو الفتح رکن الدینؒ کی زیارت کی اور انہوں نے مخدوم صاحب کو حکم دیا کہ منصب اور خانقاہوں کی نگرانی چھوڑ کر حج بیت اللہ کے لیے چلے جائیں ۔ مخدوم صاحب اپنے مرشد کا اشارہ پاتے ہی مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے ۔ موصوف اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان کے مرشد نے انہیں کیچڑ سے نکالا

۱۔ سید علاءُ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۱۵۶ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۵۶۵ ۔
۳۔ ایضاً ، ص ۷۰۰ ، ۸۸۱ ، ۶۱۰ ۔

تھا ورنہ منصب اور خانقاہوں کی نگرانی ان میں تکبر پیدا کر دیتی اور وہ 'غرق' ہو جاتے ۔[۱]

محمد بن تغلق کے جانشیں سلطان فیروز شاہ تغلق کو مخدوم جہانیاں کے ساتھ بڑی عقیدت تھی ۔ اس نے ٹھٹھہ کی فتح کے موقع پر مخدوم صاحب کی سفارش پر سندھیوں کا قصور معاف کر دیا اور ان کے زیر اثر اپنی مملکت میں بہت سی مفید اصلاحات نافذ کیں جن کی تفصیل فتوحاتِ فیروز شاہی اور سیرت فیروز شاہی میں موجود ہے ۔

مخدوم صاحب ہر دوسرے تیسرے سال دہلی تشریف لے جاتے تھے ۔ سلطان فیروز شہر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کرتا اور بڑی عزت اور عقیدت کے ساتھ انہیں شہر میں لاتا ۔ مخدوم صاحب ہفتہ عشرہ بعد سلطان کو ملنے جاتے تو راستے میں ضرورتمند اپنی عرضیاں ان کی پالکی میں ڈال دیتے اور موصوف ملاقات کے وقت وہ عرضیاں سلطان کے سامنے رکھ دیتے اور وہ ان پر احکام صادر کر دیتا تھا ۔[۲]

مخدوم جہانیاں کی سعی و تبلیغ سے جنوب مغربی پنجاب اور سابق ریاست بہاولپور کے کئی غیر مسلم قبیلے مشرف با سلام ہوئے ۔ انہوں نے گجرات اور کاٹھیا واڑ کی طرف خصوصی توجہ دی اور احمد آباد میں اُن کے پوتے حضرت قطب عالمؒ (م ۱۴۵۳ء) اور پڑ پوتے حضرت شاہ عالمؒ (م ۱۴۷۵ء) نے سلاطین گجرات کی سر پرستی قبول فرمائی ۔ منگرول میں مخدوم جہانیاں کے مشن کو ان کے ایک خلیفہ سید سکندر ترمذیؒ نے آگے بڑھایا ۔

مخدوم جہانیاں نے ۱۳۸۴ء میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی اور ان کے بھائی حضرت صدر الدین ابوالفضل محمد المعروف راجو قتالؒ ان کے سجادہ پر بیٹھے ۔

مخدوم جہانیاں نے بقول حضرت شاہ عالم بخاریؒ ۲۰۱۱۷۳ افراد

۱۔ سید علاءؔ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۳۱۸ ، ۹۹۷ ۔

۲۔ شیخ محمد اکرام ، آب کوثر ، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء ، ص ۳۱۴ ۔

کو بیعت کیا اور ان میں سے ۱۲۷۵۰ مریدوں کو خلافت عطا فرمائی ۔[۱] ان کے خلفاء میں ان کے بھائی راجو قتال کے علاوہ سید سکندر ترمذیؒ شیخ قوام الدین عباسی لکھنویؒ اور اخی جمشید راجگیریؒ خاص طور پر مشہور ہیں ۔

ملفوظات کا آغاز : ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں جب مخدوم جہانیاں سلطان فیروز شاہ تغلق سے ملنے دہلی تشریف لے گئے تو اس زمانے میں سلطان کے انتظار میں کئی ماہ تک دہلی میں رکنا پڑا۔ اس زمانے میں جامع ملفوظات سید علاءُ الدین علی بن سعد حسینی دس ماہ تک ان کی خدمت میں حاضر رہے اور ان کے ملفوظات جمع کرتے رہے ۔[۲] سید علاءُ الدین رقمطراز ہیں کہ مخدوم صاحب نے اپنے ملفوظات کو اپنے مریدوں تک پہنچانے کا حکم دیا تھا تاکہ جو مرید ان کی صحبت میں نہیں بیٹھ سکتے وہ بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں ۔[۳]

مخدوم صاحب کے ملفوظات بادی النظر میں کسی فقیہہ کے ملفوظات معلوم ہوتے ہیں ۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے فقہ کا بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا ۔ ان کی مجلس میں بھی اکثر فقہی مسائل زیر بحث رہتے تھے ۔ الدر المنظوم کے مطالعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مخدوم صاحب کی حدیث پر گہری نظر تھی اور موصوف بار بار صحاح ستہ کے حوالے دیا کرتے تھے ۔

مخدوم صاحب کی مجالس میں قوت القلوب ، قصیدۂ لامیہ ، مشارق الانوار ، عوارف المعارف ، مشکوۃ المصابیح ، شرح جامع صغیر اور فتاویٰ کامل جیسی کتابوں کا اکثر ذکر رہتا تھا ۔

الدرالمنظوم میں ایک چیز قابل توجہ ہے کہ فوائد الفواد ، خیر المجالس ، جوامع الکلم اور تحفتہ المجالس کی نسبت اس کتاب میں مشائیخ کے قطع مسافت (طئی الارض) تصرفات اور کشف وکرامات کا ذکر بہت زیادہ ہے ۔

۱۔ محمد جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، ورق ۱۵۴ الف ۔
۲۔ علاءُ الدین ۔ الدرالمنظوم ، ص ۵۹۵ ۔
۳۔ ایضاً ، ص ۳۸۳ ۔

ظفوا الموفین خیراً : ایک روز کسی شخص نے مخدوم صاحب سے کہا کہ چشتیہ سلسلہ کے بزرگ رمضان کے آخری عشرہ میں معتکف نہیں ہوتے ۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اعتکاف تزکیہ نفس کے لیے کیا جاتا ہے اور غالباً انہوں نے تزکیہ نفس کر لیا ہے ۔ ان کے بارے میں ہمیں نیک گمان رکھنا چاہیے ۔[1]

چلہ کشی : چشتیہ سلسلہ کے بزرگ چلہ کشی کے قائل نہ تھے ۔ اس ضمن میں حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ ارشاد فرماتے ہیں :

"خواجگان مادر اربعین نہ نشستہ اند"[2]

چشتی بزرگوں کے عمل کے برعکس سہروردی بزرگ چلہ کشی کے قائل تھے اور الدرالمنظوم کی روایت ہے کہ مخدوم جہانیاں چلہ کاٹا کرتے تھے ۔[3]

مخدوم جہانیاں کے معمولات : ملفوظات کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مخدوم صاحب نماز عشاء کے بعد صلوٰۃ التوبہ ادا کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی صلواۃ التسبیح بھی پڑھ لیا کرتے تھے ۔[4] سید علاءٗ الدین لکھتے ہیں کہ موصوف حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کے لیے نماز ظہر کے بعد "دس رکعت ظہریہ" ادا کیا کرتے تھے ۔[5] اسی طرح موصوف صلواۃ حرز ، صلواۃ اوابین ، صلواۃ اشراق ، صلواۃ الحاجۃ ، نماز احزاب اور نماز چاشت پر بھی کاربند تھے ۔ جامع ملفوظات رقمطراز ہیں کہ مخدوم جہانیاں ۷۵ سال کی عمر میں بھی سو رکعت نفل روزانہ ادا کیا کرتے تھے ۔[6]

۱۔ سید علاءٗ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۳۵۹ ۔

۲۔ محمد اکبر حسینی، جوامع الکلم، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ، ص ۲۳۱ ۔

۳۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۸۳ ۔

۴۔ ایضاً ، ص ۵۶ ، ۵۸ ۔

۵۔ ایضاً ، ص ۷۷ ۔

۶۔ ایضاً ، ص ۱۱۷ ۔

ابتدائی دور کے چشتی بزرگوں کے ملفوظات میں نفلی نمازوں کا ذکر کثرت کے ساتھ آتا ہے ۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات فوائد الفواد میں صلواۃ خضر ، نماز اوابین ، قیام اللیل ، نماز تہجد ، نماز اشراق ، صلواۃ البروج ، نماز چاشت ، صلواۃ السعادت ، صلواۃ النور ، صلواۃ زوال اور صلواۃ التسبیح کا ذکر عام ملتا ہے لیکن حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کے ملفوظات جوامع الکلم میں نفلی نمازوں کا ذکر بہت کم ملتا ہے ۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ساٹھ ستر سال کے عرصہ میں چشتیہ سلسلہ میں نفلی نمازوں کی کمی ہو گئی تھی ۔ چشتی بزرگوں کے برعکس سہروردی بزرگوں کے ہاں نفلی نمازوں میں کمی نہیں آئی تھی ۔ الدرالمنظوم میں ایسی بہت سی نمازوں کے نام ملتے ہیں جو چشتیوں کے ہاں مروج نہ تھیں ۔ ان نفلی نمازوں میں ایک صلواۃ اسمعیل بھی تھی جسے سہروردی بزرگ شب جمعہ میں ادا کیا کرتے تھے ۔[1]

مخدوم صاحب کا مسلک : مخدوم صاحب نے ایک مجلس میں حاضرین کو بتایا کہ ان کے آبا و اجداد حنفی المذہب تھے ۔[2] یہ عجیب بات ہے کہ اب ان کی اولاد میں سے بیشتر افراد اپنا آبائی مذہب ترک کر چکے ہیں ۔

درس و تدریس : دہلی میں قیام کے دوران میں لوگ مخدوم جہانیاں سے مشارق الانوار اور عقائد نسفی کا درس لیا کرتے تھے ۔[3] الدرالمنظوم کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ موصوف لوگوں کو شرح لود ونہ اور فقہ اکبر پڑھایا کرتے تھے ۔ اسی طرح مخدوم صاحب اسرار الدعوات اور قرآن حکیم کا درس بھی دیا کرتے تھے ۔

قرآن خوانی : سہروردیوں کے ہاں قرآن خوانی پر بڑا زور دیا جاتا تھا ۔ حضرت بہأ الدین زکریاؒ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ موصوف ساتوں قرأتوں سے قرآن پڑھا کرتے تھے ۔[4] ان کے بارے میں یہ بھی مشہور

۱۔ سید علاؤ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۸۶۳ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۳۵۳ ۔
۳۔ ایضاً ، ص ۴۵ ۔
۴۔ نور احمد خان فریدی ، بہأ الدین زکریاؒ ، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء ، ص ۹۰ ۔

ہے کہ انہوں نے ایک رات اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو دو نفلوں میں پورا قرآن ختم کر دے ۔ جب حاضرین میں سے کسی نے اس بات کی حامی نہ بھری تو موصوف خود آگے بڑھے اور پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار پارے تلاوت فرمائے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھ کر دوگانہ مکمل کیا ۔[1] حضرت بہا الدین زکریا نے اپنے جانشین صدر الدین عارف کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ مجذوبوں کو قرآن پڑھا کر ہوش میں لایا کریں ۔[2] حضرت بہاء الدین زکریا کا قرآن حکیم سے لگاؤ ان کے مریدوں کو بھی ورثہ میں ملا تھا ۔ مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار سید احمد کبیر ایک قرآن دن میں اور ایک رات میں ختم کیا کرتے تھے اور آں جناب خوف خدا کے مارے کبھی بستر پر نہ سوتے تھے ۔[3]

شاہی خاندان سے تعلقات : ایک روز شہزادہ محمود خان مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے آسے کلاہ پہنائی اور کچھ تبرک دے کر رخصت کیا ۔ رخصتی کے وقت موصوف نے شہزادہ سے فرمایا کہ وہ سلطان کو اُن کا سلام پہنچا دے ۔[4] دو روز بعد شہزادہ ظفر خان ، اُس کا بیٹا ، شہزادہ تغلق شاہ اور چند اراکین سلطنت سلطان کا پیغام لے کر مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے یہ التجا کی کہ سلطان کی یہ خواہش ہے کہ جناب شاہی محل میں قدم رنجہ فرمائیں مخدوم صاحب اسی وقت ان کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے ۔ شہزادہ تغلق شاہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں پالکی میں بٹھایا اور شاہی محل میں لائے ۔ نماز جمعہ کے بعد سلطان اپنے عائدین کے ساتھ مخدوم صاحب کی زیارت کو آیا ۔[5] اگلے روز سلطان فیروز شاہ کا پوتا شہزادہ مبارک خان

۱۔ اعجاز الحق قدوسی ، صوفیائے پنجاب ، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲؟ ص ۱۱۹ ۔

۲۔ محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، مطبوعہ بمبئی ۱۸۳۲ء ج ۲ ، ص ۷۷۰ ۔

۳۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۳۰۰ ۔

۴۔ ایضاً ، ص ۹۰۸ ۔ ۵۔ ایضاً ، ص ۹۱۳ ۔

مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس نے اپنے سر پر ''نامشروع'' ٹوپی پہنی ہوئی تھی ۔ جونہی مخدوم صاحب کی اس پر نظر پڑی انہوں نے فوراً اعتراض کیا ۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مخدوم جہانیاں بڑے سے بڑے شخص کے سامنے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے نہیں چوکتے تھے ۔

شاہی محل میں قیام کے دوران میں سلطان فیروز تغلق اشراق کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ سلطان کی آمد کے وقت موصوف نماز اشراق ادا فرما رہے تھے ۔ سلطان ان کے قریب احتراماً کھڑا رہا اور جونہی انہوں نے سلام پھیرا ، خادم نے سلطان کی آمد کی اطلاع دی ۔ مخدوم صاحب نے سلطان سے ملاقات کی اور تھوڑی دیر بعد مولانا سراج الدین کو امام بنایا اور اس کی اقتدا میں مخدوم جہانیاں اور سلطان نے دوگانہ ادا کیا ۔ بعد ازاں مخدوم صاحب نے سلطان کو بزرگوں کے واقعات سنائے اور ان کی سفارش پر سلطان نے مستحقین کے وظائف مقرر کئے ۔[1] اس واقعہ کے بارہ دن بعد سلطان سہ بارہ مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے لوگوں کی عرضیاں اس کی خدمت میں پیش کیں ۔ سلطان نے ان عرضیوں پر فوراً احکام صادر کر دیئے ۔ جب تک مخدوم صاحب دہلی میں مقیم رہے شہزادہ ظفر خان اکثر ان کی ملاقات کو آتا رہا ۔[2]

جامع ملفوظات رقمطراز ہیں کہ ایک روز شہزادہ محمود خان سلطان کا پیغام لایا کہ اگر مخدوم صاحب چند روز فیروز آباد کے محل میں قیام فرمائیں تو سلطان کو ان کی زیارت کرنے میں سہولت رہے گی اور وہ جلد جلد زیارت سے مشرف ہوتا رہے گا ۔ مخدوم صاحب نے جواب میں فرمایا کہ فیروز آباد کے محل میں قیام مناسب ہے لیکن ان کے ساتھ بہت لوگ ہیں اور موصوف جہاں قیام پذیر ہیں وہاں جگہ کافی کشادہ ہے ۔ محل میں انہیں تکلیف ہو گی ۔ اس عذر کے باوجود انہوں نے ارشاد فرمایا کہ موصوف وہاں ضرور جائیں گے ۔[3]

۱۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۹۲۵ ۔

۲۔ ایضاً ، ص ۹۴۶ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۹۰۷ ۔

جامع ملفوظات تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز خان جہاں سلطان فیروز تغلق کی طرف سے مخدوم صاحب کے لیے کپڑے لایا تو انہوں نے انہیں قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ مشروع ہوں گے تو موصوف خود انہیں استعمال کریں گے اور اگر نا مشروع ہوئے تو اپنی اہلیہ کو دے دیں گے ۔[1]

ہدیہ شاہی کے بارے میں سہروردی مشائخ کا مسلک چشتی بزرگوں کے مسلک کے خلاف تھا ۔ چشتی بزرگ عموماً بادشاہوں کے ہدئیے قبول نہیں کرتے تھے لیکن سہروردی بزرگ بطیب خاطر قبول کر لیتے تھے ۔ ایک موقع پر سلطان نے خان جہاں کی معرفت کپڑوں کے چونتیس جوڑے مخدوم صاحب کی خدمت میں بھیجے ، جو انہوں نے قبول فرما لیے ۔ خان جہاں کی روانگی کے بعد موصوف نے ایک جوڑا زیب تن فرمایا اور یہ آیت پڑھی :

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[2]

مخدوم جہانیاں کے جانشین اور برادر اصغر شیخ راجو قتالؒ کے ساتھ بھی سلطان فیروز تغلق کے بڑے اچھے مراسم تھے اور سلطان نے انہیں ایک گاؤں بطور جاگیر ، دو ہزار ٹنکے اور خلعت بطور نذر پیش کئے تھے ۔[3] الدر المنظوم کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مخدوم جہانیاں کی زندگی میں راجو قتال ، سلطان فیروز تغلق اور مخدوم صاحب کے درمیان قاصد کے فرائض بھی انجام دیا کرتے تھے ۔

امراء سے تعلقات : سید علاء الدین لکھتے ہیں کہ مخدوم جہانیاں امرائے سلطنت سے میل ملاپ رکھنے کو برا نہیں سمجھتے تھے ۔ ایک روز خان جہاں اُن سے ملنے آیا تو انہوں نے اُسے شریعت کے مطابق عدل و انصاف کرنے کی تلقین فرمائی ۔[4]

شیخ محمد اکرام ''آب کوثر'' میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں خان جہاں

۱۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۴۱۰ ۔

۲۔ ایضاً ، ص ۴۱۲ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۴۲۲ ۔

۴۔ ایضاً ، ص ۵۹ ۔

مخدوم جہانیاں سے نا خوش تھا ۔ اس نے ان کے کسی معتقد کے بیٹے کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا تھا ۔ مخدوم صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو موصوف سفارش کے لیے خان جہاں کے گھر پہنچے لیکن اس نے اُن سے ملنے سے انکار کر دیا ۔ مخدوم صاحب اُنیس بار بغرض سفارش خان جہاں کے گھر گئے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا اور آخری بار اس نے کہلا بھیجا کہ اب تو انہیں شرم آنی چاہیے ۔ مخدوم صاحب نے جواباً کہلا بھیجا کہ اب تو انہیں شرم آنی چاہیے ۔ مخدوم صاحب نے جواباً کہلا بھیجا کہ موصوف جتنی بار اس بے گناہ کی سفارش لے کر آتے ہیں ، انہیں اتنا ہی ثواب ملتا ہے ۔ ان کے ان الفاظ کا اس پر بڑا اثر ہوا اور اس نے اپنے کئے پر معافی مانگی ۔ اس کے بعد وہ ان کا معتقد ہو گیا ۔[۱] جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ ایک بار خان جہاں فیروز شاہ کی طرف سے کپڑوں کا تحفہ لے کر مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگرچہ وہ دیر بعد قدم بوسی کے حاضر ہوتا ہے لیکن وہ دل و جان سے ان کا غلام ہے ۔ اتنے میں مخدوم صاحب کا ایک خادم مصری لے کر حاضر ہوا تو مخدوم صاحب نے اپنے دست مبارک سے مصری کی ایک ڈلی خان جہاں کے منہ میں ڈال دی ۔[۲]

سید علاءُ الدین لکھتے ہیں کہ ایک روز مخدوم جہانیاں نے سلطان فیروز تغلق کے درباری امیر خان جہاں کا بھیجا ہوا کھانا تناول فرمایا اتفاق سے اسی شب مخدوم صاحب کی نماز تہجد فوت ہو گئی ۔ اگلے روز انہوں نے اپنے معتقدین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ اسی کھانے کا اثر تھا ۔[۳] جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ مخدوم صاحب بادشاہ کے گھر کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے اور اس بارے میں ان کا یہ قول تھا کہ بادشاہوں کا مال مشتبہ ہوتا ہے ۔ بادشاہ کے گھر کا کھانا صرف اسی صورت میں جائز ہوتا ہے جب وہ قرض لے کر کھلائے ۔ فیروز شاہ تغلق جب کبھی قرض لے کر انہیں کھانا کھلاتا تھا تو موصوف ضیافت قبول کر لیتے تھے ۔[۴]

۱۔ شیخ محمد اکرام ، آب کوثر ، مطبوعہ لاہور ، ص ۳۱۵ ۔

۲۔ سید علاءُ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۳۱۱ ۔

۳۔ ایضاً ، ص ۳۳۵ ۔ ۴۔ ایضاً ، ص ۳۴۴ ۔

شیخ ابو الفتح رکن الدین کا تصرف : مملوک سلاطین کے عہد میں بر عظیم پاک و ہند پر منگولوں کے حملے شروع ہو گئے تھے - جو خلجی اور تغلق سلاطین کے عہد میں بھی جاری رہے ۔ ملتان چونکہ سرحدی شہر تھا اس لیے منگول بلا روک ٹوک وہاں تک پہنچ جاتے اور شہر کا محاصرہ کر لیتے ۔ حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ ایک بار منگولوں نے ملتان کا محاصرہ کیا تو شیخ رکن الدین نے اپنے تصرف سے حملہ آوروں کو ملتان سے 'دفع' کیا ۔[1]

حضرت مخدوم جہانیاں شیخ رکن الدینؒ کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ ان سے یہ روایت ہے کہ ان کے مرشد ملتانی زبان جانتے تھے ۔[2]

حضرت بہاء الدین زکریاؒ : حضرت بہاء الدین زکریاؒ بڑے مالدار تھے اور یہ بات چشتی بزرگوں کی نظروں میں بُری طرح کھٹکتی تھی ۔ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوریؒ کو حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے مال جمع کرنے پر بڑا اعتراض تھا اور دونوں بزرگوں کی اس موضوع پر باقاعدہ خط و کتابت بھی ہوئی تھی ۔[3] حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ نے اپنی ایک مجلس میں حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مشائخ ملتان نے مال جمع کرنے پر کمر ہمت باندھی ہوئی ہے اور وہ تجارت اور سوداگری میں بھی دلچسپی لیتے ہیں لیکن ہمارے (چشتی) بزرگ دنیاوی اسباب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ۔[4] حضرت گیسو درازؒ کے ملفوظات میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب حضرت بہا الدین زکریاؒ فوت ہوئے تو انہوں نے ایک کروڑ اسی لاکھ ٹنکے ترکہ میں چھوڑے تھے ۔[5] ایک دوسرے موقع پر حضرت گیسو درازؒ نے فرمایا کہ حضرت بہا الدین زکریاؒ کی وفات کے بعد ان کے گھر سے ۹ من سونا نکلا تھا ۔[6] حضرت مخدوم

۱۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ۳۶۳ ۔

۲۔ ایضاً ، ص ۳۱۷ ۔

۳۔ عبدالحق محدث ، اخبار الاخیار ، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ ، ص ۳۰ ۔

۴۔ سید محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلم ، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ ، ص ۲۱۳ ۔

۵۔ ایضاً ، ص ۴۰ ۔ ۶۔ ایضاً ، ص ۳۳۵ ۔

جہانیاں اس بات پر شاہد ہیں کہ ساٹھ ستر گاؤں حضرت زکریاؒ کی ملک تھے اور ان میں سے کچھ گاؤں ان کے زر خرید تھے اور باقی بطور جاگیر انہیں ملے ہوئے تھے ۔ اس کے بعد مخدوم صاحب نے فرمایا کہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے پاس کوئی گاؤں نہ تھا ۔[۱]

حضرت مخدوم جہانیاں حضرت بہأ الدین زکریاؒ کے پوتے حضرت ابو الفتح رکن الدینؒ کے مرید تھے اور اُن کے والد بزرگوار سید احمد کبیر حضرت رکن الدینؒ کے والد بزرگوار حضرت صدر الدین عارفؒ سے بیعت تھے اور ان کے جد امجد سید جلال الدین سرخپوش بخاریؒ کو حضرت زکریاؒ سے خرقۂ خلافت ملا تھا ۔ اس لیے اس عظیم خاندان کے بارے میں موصوف دوسروں کی نسبت زیادہ اور صحیح معلومات رکھتے تھے ۔ ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت زکریاؒ کا انتقال منگل کے روز ہوا تھا ۔[۲]

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر : مخدوم جہانیاں نے حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے بھی فیض اخذ کیا تھا اور موصوف ان کی طرف سے چشتیہ سلسلہ میں بیعت لینے کے مجاز تھے ۔[۳] مخدوم صاحب چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں کے بارے میں بھی بڑی معلومات رکھتے تھے ۔ ان سے یہ روایت ہے کہ بابا صاحب منگل کے روز فوت ہوئے تھے ۔[۴]

مخدوم جہانیاں کی اہلیہ محترمہ : سید علاء الدین تحریر فرماتے ہیں کہ مخدوم جہانیاں کی اہلیہ محترمہ خواتین کو عوارف المعارف کا درس دیا کرتی تھیں ۔[۵] اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں خواتین کو بھی کتب تصوف کے مطالعہ کا شوق تھا اور وہ عوارف المعارف جیسی بلند پایہ کتاب کا باقاعدہ درس لیا کرتی تھیں ۔ الدر المنظوم کے ایک اندراج سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخدوم صاحب کی رفیقۂ حیات خدا رسیدہ خاتون تھیں اور موصوفہ شب قدر کو پاتی تھیں ۔[۶]

۱۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۵۴۲ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۳۱۵ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۳۱۶ ۔
۴۔ ایضاً ص ۳۱۶ ۔ ۵۔ ایضاً ، ص ۸۶ ۔
۶۔ ایضاً ، ص ۴۰۵ ۔

شیخ جمال اچویؒ : شیخ جمال اُوچوی بڑے اونچے پایہ کے درویش ہوگزرے ہیں اور ایک عالم ان کی ولایت کا قائل ہے ۔ موصوف بڑی سادہ زندگی بسر کیا کرتے تھے ۔ مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ ان کی چادر ، تہمد ، کرتہ اور عمامہ ایک ٹنکے کی مالیت کا ہوتا تھا ۔[1]

ایک خدا رسیدہ سندھی خاتون : مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ سندہ میں ایک خدا رسیدہ خاتون رہتی تھی جو بڑی کامل ولیہ تھی ۔ جب مخدوم صاحب اُس سے ملے تو اس نے انہیں بتایا کہ وہ عرش ، کرسی ، لوح ، قلم ، بہشت اور دوزخ دیکھتی ہے ۔ اس نے ایک بار خدا تعالیٰ کو مخاطب کرکے یہ کہا "میں تو تیرے جمال لایزال کی شیفتہ ہوں اور تو مجھے یہ تماشا دکھاتا ہے" ۔ اس نے مخدوم جہانیاں سے درخواست کی کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ اسے حجاب ہو جائے تاکہ وہ صرف خدا کو دیکھ سکے ۔[2]

مخدوم صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک با سیوستان (موجودہ سیہون شریف) محبوبہ نامی ایک خاتون ان سے ملنے اُوچہ آئی ۔ وہ بڑی صاحبہٗ تصرف تھی ۔[3]

اسی طرح مخدوم صاحب نے اُوچہ اور مدینہ منورہ میں دو ایسی خواتین کی موجودگی کی نشاندہی فرمائی جو کامل ولیہ تھیں ۔[4] انہوں نے ایک ایسی خاتون کو بھی دیکھا تھا جو دو نفلوں میں قرآن مجید ختم کیا کرتی تھی[5] ۔

قاضی شمس الدین : قاضی شمس الدین برادر قتلغ خان تغلق عہد کے ایک نامور عالم تھے اور سلطان محمد بن تغلق کے اُن کے ساتھ بڑے اچھے مراسم تھے۔ حضرت گیسو درازؒ کے ملفوظات جوامع الکلم کے ایک اندراج سے یہ ظاہر ہوتا ہےکہ سلطان محمد بن تغلق انہیں اہم مذہبی اُمور میں مشورہ

۱۔ سید علاءُ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۲۰۸ ۔

۲۔ ایضاً ، ص ۱۱۲ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۳۰۲ ۔

۴۔ ایضاً ، ص ۸۶ ، ۱۲۵ ۔ ۵۔ ایضاً ، ص ۱۹۳ ۔

لینے کے لیے وقت بے وقت طلب کر لیتا تھا ۔[۱] ان کے بارے میں مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ موصوف شیخ علاؒ الدولہ کے مرید تھے اور آخر عمر میں بیت اللہ کے مجاور بن گئے تھے ۔ قاضی شمس الدین ذکر و شغل میں ایسے کامل تھے کہ جب وہ سوتے تو اُن کے سینے سے ذکر کی آواز سنائی دیتی تھی ۔ موصوف مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے اور مخدوم صاحب نے ان کے جنازے میں شرکت کی تھی ۔ مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ ان کے جنازے سے بھی ذکر کی آواز سنائی دیتی تھی ۔ قاضی شمس الدین کو ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کی پائنتی اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی قبر کے جوار میں ابدی آرام گاہ ملی ۔[۲]

گرانیٔ غلہ : ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں مخدوم صاحب دہلی تشریف لائے تو امساک باراں کی وجہ سے غلہ گراں ہو گیا تھا ۔ لوگوں نے موصوف سے گرانیٔ غلہ کی شکایت کی اور بارش کے لیے دعا کی درخواست کی ۔ مخدوم جہانیاں کی دعا سے بارش برسی اور اس کے بعد غلہ ارزاں ہو گیا ۔[۳]

احتکار کی مذمت : سلاطین دہلی کے دور میں چشتی اور سہروردی بزرگوں کے جتنے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں ، ان سب میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کی مذمت آئی ہے ۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد کے معاشرہ میں بھی یہ لعنت موجود تھی ۔ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوریؒ کے ملفوظات سرور الصدور میں بھی کئی موقعوں پر احتکار کی مذمت آئی ہے[۴] ۔ سلطان التارکین فرمایا کرتے تھے کہ محتکر (ذخیرہ اندوز) کی سب سے بڑی بد بختی یہ ہے کہ لوگ جس چیز سے غمناک ہوتے ہیں وہ اس سے خوش ہوتا ہے ۔[۵] اسی طرح سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے

۱۔ سید محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلم ، ص ۱۷۵ ۔

۲۔ سید علاؒ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۴۰۰ ۔

۳۔ ایضاً ، ص ۵۱ ۔

۴۔ فرید الدین محمود ، سرور الصدور ، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ، فارسی تصوف ۱۶۱/۲۱ ، ورق ۴۸ ۔

۵۔ خلیق احمد نظامی ، ''ملفوظات کی تاریخی اہمیت'' مضمون مشمولہ نذر عرشی ، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۵ء ، ص ۴۴۴ ۔

ملفوظات فوائد الفواد میں مرقوم ہے کہ لاہور محض اس وجہ سے برباد ہوا کہ وہاں کے تاجر لین دین میں ایماندار نہیں تھے ۔[1] حضرت گیسو دراز کے ملفوظات میں مرقوم ہے کہ سفر گجرات کے دوران میں چند سوداگر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے انہیں مخاطب کرکے احتکار کی مذمت فرمائی[2] مخدوم جہانیاں نے بھی اپنی ایک مجلس میں احتکار کی مذمت کرتے ہوئے محتکر کو ملعون کہہ کر پکارا ہے ۔[3] پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریر فرماتے ہیں کہ بار بار ان ملفوظات میں اس عنوان پر گفتگو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیا نے سماج کے فاسد عناصر کی روک تھام کی تھی ۔[4]

کھانے کے آداب : مخدوم جہانیاں کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دھوتے تھے اور اسے فقیروں کا طریقہ بتاتے تھے ۔ (ویسے موصوف ہاتھ دھونا مستحب سمجھتے تھے) ۔ کھانے کے بعد آنجناب ہاتھ دھونے سنت سمجھتے تھے اور ہاتھ دھلانے والے کو یہ دعا دیتے تھے :

طهرک الله من الذنوب و براک من العیوب[5]

سالک کون ہے ؟ مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیے کہ وہ دن رات میں چار ہزار نفل ادا کرے ۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ہزار نفل ادا کرے ۔ اگر اس میں اتنی سکت نہ ہو تو پھر ایک ہزار نفل ضرور ادا کرے ، ورنہ وہ سالک کہلانے کا مستحق نہیں ہے ۔[6]

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ سالک کو گوشت بہت کم استعمال

۱۔ امیر حسن علاء سجزی ، فوائد الفواد ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ، ص ۲۰۲ ۔

۲۔ سید محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلم ، ص ۱۵ ۔

۳۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۴۴۵ ۔

۴۔ خلیق احمد نظامی ، ملفوظات کی تاریخی اہمیت'' مضمون مشمولہ نذر عرشی ، ص ۴۴۴ ۔

۵۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۱۰۶ ۔

۶۔ ایضاً ، ص ۱۱۷ ۔

کرنا چاہیے اور اُسے چاہیے کہ وہ ہفتہ میں ایک یا دو بار سے زیادہ گوشت نہ کھائے اور گوشت کا وزن پچاس درہم (تین چھٹانک) سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے ۔[۱] موصوف فرماتے ہیں کہ ان کے مرشد شیخ رکن الدینؒ دودھ کے ایک پیالے میں چند میوے ڈالتے اور انہیں جوش دے کر استعمال فرماتے ۔ شیخ موصوف روز و شب میں اس کے علاوہ اور کوئی غذا استعمال نہ کرتے تھے ۔ ان کے اہل خانہ کو ان کی صحت کے بارے میں تشویش لاحق ہوئی اور انہوں نے ملتان کے ایک ماہر طبیب فرید کو بلا بھیجا ۔ شیخ رکن الدینؒ کے اہل خانہ نے فرید کو بتایا کہ موصوف کی خوراک بہت کم ہے اور آنجناب معمولی سی خوراک پر گذارا کرتے ہیں ۔ اس نے بطور نمونہ وہ غذا استعمال کی اور کہا کہ اُسے ہفتہ بھر اور کسی غذا کی حاجت نہیں ۔[۲]

پیر کی تعریف : مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کا مرید ہونا چاہیے جس کے مرید و معتقد علمائے زمانہ ہوں ۔ موصوف فرمایا کرتے تھے کہ اس راہ میں بہت لوگ ہلاک ہوئے اور ان کا دین برباد ہوا ۔[۳] مخدوم صاحب کے اس ارشاد سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرشد کو شریعت کا پابند ہونا چاہیے اور اس کے مریدوں میں بھی پابند شریعت لوگ اور علماؒ ہونے چاہیں ۔ علماؒ کی شرط انہوں نے اس لیے لگائی کہ وہ کسی جاہل فقیر اور ملامتی درویش کے معتقد نہیں ہوتے ۔

مکہ مکرمہ کا دستور : مخدوم جہانیاں مدتوں تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے تھے ، اس لیے موصوف وہاں کے رسم و رواج سے بخوبی واقف تھے ۔ انہوں نے ایک موقع پر یہ فرمایا کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں یہ دیکھا کہ وہاں کی سمجھدار خواتین اپنے شوہروں کو اس بات کا ”حکم“ (اجازت نہیں) دیتی تھیں کہ وہ جوان کنیزوں سے مجامعت کیا کریں تاکہ وہ حرام کاری سے محفوظ رہیں ۔[۴]

الدر المنظوم میں ایک غلط روایت : سید علاءؒ الدین رقمطراز ہیں کہ

۱۔ سید علاءؒ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۶۰۵ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۶۰۷ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۳۲۰ ۔
۴۔ ایضاً ، ص ۱۳۷ ۔

مخدوم صاحب نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج کے قتل کا فتویٰ قاضی ابو یوسفؒ نے لکھا تھا ۔[1] یہ روایت صحیح نہیں ہے ۔ حلاج کو ۳۰۹ھ میں تختہ دار پر چڑھایا گیا تھا اور قاضی موصوف اس واقعہ سے ۱۲۷ سال قبل ۱۸۲ھ میں انتقال فرما چکے تھے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی جاہل متصوف نے قاضی صاحب کی دشمنی میں یہ روایت گھڑ کر مشہور کر دی اور مخدوم صاحب نے سنی سنائی بات مجلس میں بیان کر دی ۔

دہلی کے حفاظتی بند : الدر المنظوم میں بند چندن دریا ، بند فتح خان ، بند نائب باریک اور ''ایک اور بند'' کا ذکر آیا ہے ۔[2] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سلاطین دہلی نے شہر کو دریائے جمنا کی طغیانی سے محفوظ رکھنے کے لیے مختلف جگہوں پر بند تعمیر کروائے تھے ۔ فتح خان سلطان فیروز تغلق کا بڑا بیٹا تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ہی انتقال کر گیا تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے اپنے مرحوم بیٹے کی یاد میں بند فتح خان تعمیر کروایا تھا ۔

شاہی نوبت : مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں دہلی میں پانچوں نمازوں کے وقت اور رات کو سونے کے وقت کا اعلان کرنے کے لیے نوبت بجائی جاتی تھی ۔[3]

مخدوم صاحب کئی بار دہلی تشریف لے گئے اور کئی کئی ماہ تک وہاں قیام پذیر رہے ۔ موصوف اس بات کے شاکی تھے کہ دہلی والے ڈھنگ سے کسی کی دعوت نہیں کرتے ۔[4]

ہندوستان کی عظمت : حضرت امیر خسروؒ کی طرح مخدوم جہانیاں بھی ہندوستان کی عظمت کے قائل تھے ۔ موصوف اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد ہندوستان کی عظمت مسلمہ ہے ۔[5]

جنسی مسائل پر گفتگو : چشتیہ سلسلہ کے اکابرین میں سے سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ ، حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ اور حضرت

۱۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۱۳۲ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۱۳۵ ، ۴۷ ۔
۳۔ ایضاً ، ص ۴۷ ۔
۴۔ ایضاً ، ص ۳۳ ۔
۵۔ ایضاً ، ص ۵۳ ۔

بندہ نواز گیسو درازؒ کے ملفوظات میں عشق و محبت کے واقعات تو کہیں کہیں آ جاتے ہیں لیکن جنسی مسائل پر ان بزرگوں کی محفل میں گفتگو نہیں ہوتی تھی ۔ چشتی بزرگوں کے برعکس سہروردی اور شطاری بزرگوں کی مجالس میں جنسی مسائل پر کھل کر گفتگو ہوا کرتی تھی ۔ مشہور شطاری بزرگ حضرت محمد غوث گوالیاریؒ نے تو بحر الحیاۃ میں ایک باب ہی اس موضوع پر باندھا ہے ۔ مخدوم جہانیاں کے ملفوظات جس وقت جمع کئے گئے اس وقت آن کی عمر ۷۵ برس کے لگ بھگ تھی ، اس کے باوجود موصوف بڑے وثوق کے ساتھ ''ہندوی زبان'' میں جنسی مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے ۔[1]

مخدوم جہانیاں کی وسیع المشربی : مخدوم جہانیاں اپنے ملنے والوں کو یہ تلقین کیا کرتے تھے کہ فرائض میں چاروں مذاہب کے مطابق عمل کرو تا کہ جس مذہب کا آدمی ملنے آئے وہ بآسانی اس کی اقتدا کر سکے ۔[2]

الدر المنظوم میں مرقوم ہے کہ مخدوم جہاں دہلی میں قیام کے دوران میں علیل ہو گئے ۔ دہلی میں اس زمانے میں بہت سے مسلمان اطبا موجود تھے لیکن انہوں نے ایک ہندو طبیب سے علاج کرایا ۔[3] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف غیر مسلم طبیب سے علاج کرانا جائز سمجھتے تھے ۔ اس سے ان کی وسیع المشربی کا بھی پتہ چلتا ہے ۔

عورت کو بیعت کرنے کا طریقہ : اگر کوئی عورت مخدوم صاحب کی مرید ہونا چاہتی تو موصوف ایک چادر اس پر ڈال دیتے ۔ اگر وہ عورت ان کی ہم عمر ہوتی تو اسے اپنی بہن بنا لیتے اور اگر چھوٹی ہوتی تو اُسے بیٹی کہہ کر پکارتے ۔ اس کے بعد مخدوم صاحب اس کے محرم سے کہتے کہ اُسے تین بار استغفار پڑھا دے ۔ موصوف نے اُسے مریدی میں قبول کر لیا ہے ۔[4]

مزامیر کے بارے میں مخدوم جہانیاں کی رائے : مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب میں ، بجز نکاح کے ، دف بجانا حرام ہے ۔ اسی

۱۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۱۰۴ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۲۰۶ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۱۹۱ ۔
۴۔ ایضاً ، ص ۶۱ ، ۶۲ ۔

طرح جنگ اور قافلے کی روانگی کے وقت طبل بجانا جائز ہے ۔ ان دو موقعوں کے علاوہ طبل بجانا جائز نہیں ہے ۔[۱] جامع ملفوظات تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مخدوم صاحب کی موجودگی میں نے بجانا شروع کی تو موصوف نے اس سے فرمایا کہ یہ فعل جائز نہیں ہے ۔ اسی طرح موصوف گانا سننا جائز نہیں سمجھتے تھے ۔[۲]

سید علاؑ الدین رقمطراز ہیں کہ مخدوم صاحب بغیر فرامیر کے قوالی سننے کے قائل تھے اور کبھی کبھی سن بھی لیا کرتے تھے ۔[۳]

خطبہ جمعہ میں ظالم سلاطین کا ذکر : مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ نمازیوں کو چاہیے کہ وہ خطبہ کے دوران میں حرکت نہ کریں اور اسے بالکل نماز ہی کی طرح جانیں ۔ البتہ جب خطیب سلاطین کا ذکر کرے تو پھر نمازی تسبیح کرے ، نماز پڑھے ، تعویز لکھے یا تلاوت شروع کر دے ۔ ان باتوں کی اجازت دینے سے مخدوم صاحب کا مقصد یہ تھا کہ ظالم سلاطین کا ذکر نمازیوں کے کانوں میں نہ پڑے ۔ موصوف فرماتے ہیں کہ خطبا سلاطین کو ان صفات سے متصف کرتے ہیں جو اُن میں نہیں ہوتے ۔[۴]

قبول اسلام کا واقعہ : دہلی میں قیام کے دوران میں ایک غیر مسلم مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ سلام ہوا ۔ موصوف نے اُسے تلقین فرمائی اور پہننے کے لیے کپڑے عنایت فرمائے ۔ بعد ازاں انہوں نے اُس سے دریافت فرمایا کہ کیا اس نے اپنا سر دھویا ہے ؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو مخدوم صاحب نے فرمایا کہ عام آدمی کے لیے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر مسلمان ہونے والا جنبی ہو تو اُسے غسل کرنا چاہیے ۔

مخدوم صاحب نے حاضرین مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ امام مالک بن انسؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک نو مسلم پر ہر حال میں غسل واجب ہے ۔ مخدوم صاحب نے حاضرین میں سے کسی شخص کو کہا کہ وہ اس نو مسلم کو تھوڑا سا قرآن سکھا دے تاکہ

۱۔ سید علاؑ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۲۰۶ ، ۲۰۷ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۲۱۹ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۸۸ ۔
۴۔ ایضاً ، ص ۴۷۵ ۔

امام ابوحنیفہ کے قول پر اس کی نماز درست ہو جائے۔[1]

جامع ملفوظات رقمطراز ہیں کہ ایک ہندو عورت مشرف بہ سلام ہو کر مخدوم صاحب کی مرید ہو گئی۔ وہ ساری رات عبادت میں گزارتی تھی اور اس کی نیکی اور تقویٰ کے طفیل اس کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا۔ سید علاء الدین تحریر فرماتے ہیں کہ مخدوم صاحب اس عورت کی ولایت کے قائل تھے۔[2]

تفسیر الکشاف کے بارے میں رائے: جامع ملفوظات تحریر فرماتے ہیں کہ مخدوم صاحب طالب علموں کو ہمیشہ تفسیر مدارک کا درس دیا کرتے تھے۔ موصوف الکشاف کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ علماء حجاز مقدس میں اسے پڑھانے سے منع کرتے تھے۔ الکشاف کے مصنف جار اللہ زمخشری عقیدے کے لحاظ سے معتزلی تھے اس لیے وہ تفسیر میں اپنے عقیدے کے مطابق دلائل پیش کرتے ہیں۔ صاحب مدارک چونکہ مذہباً سنی تھے اس لیے ان کی تفسیر میں کوئی بات خلاف عقیدہ نہیں ملتی۔[3]

قرآن پاک کی ایک نایاب تفسیر: مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ ان کے دادا مرشد حضرت صدر الدین عارف پر معانی کا القا ہوتا تھا اور آنجناب قرآن حکیم کی تفسیر لکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے جب اپنے والد بزرگوار حضرت بہاء الدین زکریا سے تفسیر لکھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اس کی اجازت نہ دی۔ حضرت زکریا نے اپنے فرزند گرامی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی تفسیر علم لدنی پر مبنی ہو گی جو عوام کی سمجھ سے بالا ہو گی ، اس لیے وہ ان حقایق کا انکار کرکے خواہ مخواہ گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ حضرت صدر الدین عارف نے اپنے والد بزرگوار کی بات سن کر تفسیر لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ حضرت قاری شیخ جمال الدین کے فرزند نے ''معانی الہام'' کے عنوان سے قرآن حکیم کی ایک تفسیر لکھنا شروع کی تھی جس کی سات جلدیں مکمل ہو چکی تھیں۔ فاضل مفسر نے مخدوم جہانیاں کی زبان فیض ترجمان سے حضرت عارف والا واقعہ سن کر اپنی تفسیر کا مسودہ مخدوم صاحب کے حوالے کر دیا ،

۱۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۴۰۲۔
۲۔ ایضاً ، ص ۹۲۷۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۹:۳۔

جسے انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس بھیج دیا ۔[1]

حضرت فاطمہؓ کے بارے میں ایک غلط روایت : جامع ملفوظات رقمطراز ہیں کہ ایک روز مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو انہوں نے جنت میں ایک سیب کھایا جس سے حضرت فاطمہؓ کا نطفہ بنا ۔[2] سیدہ فاطمہؓ کے بارے میں یہ روایت کسی جاہل صوفی یا ان پڑھ سبائی کی وضع کردہ ہے ۔ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ مخدوم صاحب بھی اسے صحیح سمجھ بیٹھے ہیں ۔

حضرت فاطمہؓ کے سوانح حیات پر ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحبہ نے ''الفاطمہ'' کے عنوان سے ایک تحقیقی کتاب تحریر کی ہے ۔ انہوں نے مختلف حوالوں سے حضرت فاطمہؓ کی ولادت آنحضرتؐ کی بعثت کے ایک سال بعد ، دو سال بعد ، پانچ سال بعد اور ہجرت سے آٹھ سال آٹھ ماہ اور بائیس روز قبل بتائی ہے ۔[3] موصوفہ خود کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پائیں ۔ تاہم ان تمام تاریخوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰ نبوت میں جب حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات ہوئی ۔[4] تو اس وقت حضرت فاطمہؓ پانچ ، آٹھ یا نو برس کی تھیں ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ کو حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات کے بعد ستائیس رجب ۱۰ نوت کو معراج ہوئی تھی ۔[5] اس لیے شب معراج میں آنحضرتؐ کا سیب کھانا اور اس سے حضرت فاطمہؓ کا نطفہ پیدا ہونا قطعاً غلط ہے ۔ یہ روایت گھڑنے والے نے اتنا سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ سیدہ فاطمہؓ حضرت خدیجہؓ کی بیٹی ہیں اور حضرت خدیجہؓ واقعہ معراج سے پہلے فوت ہو چکی تھیں ۔ واقعہ معراج سے اڑھائی سال بعد آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ تشریف لانے کے ڈیڑھ سال بعد حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہو گیا تھا ۔

۱- سید علاءُ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۱۵۹ ۔

۲- ایضاً ، ص ۹۶۷ ۔

۳- سیدہ اشرف ظفر ، الفاطمہ ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۱۵، ۱۶ ۔

4- Watt, M; Muhammad At Mecca. London : 1953, P 58.

۵- قاضی سلیمان منصور پوری ، رحمتہ للعالمین ، مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۔ ج ۱ ، ص ۷۷ ۔

قبروں پر قرآن خوانی کا حکم : مخدوم جہانیاں قبروں پر بلند آواز سے قرآن پڑھنے کو بدعت سمجھتے تھے۔[۱] اسی طرح جو لوگ صندوق میں سیپارے رکھ کر قبروں پر لے جاتے اور پڑھتے ہیں ، مخدوم صاحب اسے بھی مکروہ سمجھتے تھے۔[۲] آج اگر کوئی شخص مخدوم جہانیاں کے طریقے پر عمل کرے تو خوش عقیدہ لوگ اُس کے پیچھے پڑ جائیں ۔ جس طرح مخدوم صاحب قبروں پر سیپارے لے جانے کو ناجائز سمجھتے تھے ، اسی طرح ان کے نزدیک قبروں پر کھانا پینا بھی مکروہ تحریمی ہے۔[۳]

چلہ کشی : الدر المنظوم کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سہروردی مشائخ چلہ میں بیٹھتے تھے۔[۴] سہروردی مشائخ کے بر عکس چشتی سلسلہ کے بزرگ چلہ کشی کے قائل نہیں تھے ۔ خواجہ معین الدین اجمیری‌ؒ کے حضرت سید علی ہجویری‌ؒ کے مزار پر چلہ کاٹنے یا بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے اُچ کے ایک کنوئیں میں چلہ معکوس کاٹنے اور لاہور میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے نزدیک ایک ٹیلے پر چلہ کاٹنے کی جو روایت تذکروں میں پائی جاتی ہیں ، ان کی کوئی وقعت نہیں ہے ۔ حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کا شمار چشتیہ سلسلہ کے اکابرین میں ہوتا ہے ۔ موصوف جوامع الکلم میں فرماتے ہیں :

"خواجگان ما در اربعین نہ نشستہ اند"[۵]

ملتان اور اُوچہ کے درمیان ذریعہ سفر : الدر المنظوم کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لوگ ملتان اور اُوچہ کے درمیان عموماً کشتیوں میں سفر کرتے تھے ۔ مخدوم صاحب نے بھی ایک بار حضرت رکن الدینؒ کی ذاتی کشتی میں ملتان سے اُوچہ تک سفر کیا تھا ۔[۶]

ترک معاشرہ کی لعنت : مخدوم جہانیاں کی ایک مجلس میں لوطیوں کا ذکر آیا ہے ۔ ہمارے خیال میں اس دور کے ترک معاشرے میں یہ چیز

۱۔ سید علاؑ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۲۲۰ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۸۷۲ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۸۷۲ ۔
۴۔ ایضاً ، ص ۸۶۳ ۔
۵۔ محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلم ، ص ۲۳۱ ۔
۶۔ سید علاؑ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۵۹۴ ، ۶۳۹ ۔

عام تھی ۔ مخدوم صاحب کو ان کا ذکر کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ان کے دور میں ترک بد کردار ہو چکے تھے اور ہم جنسی کی وبا عام ہو رہی تھی ۔ اس لئے انہوں نے اصلاح معاشرہ کی خاطر انہیں سخت تنبیہ فرمائی ۔ مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد بے ریش کو شہوت کی نظر سے دیکھے تو اُسے اتنا گناہ ہوتا ہے جتنا ستر لبیوں کو قتل کرنے سے ہوتا ہے ، حالانکہ ایک نبی کو قتل کرنے سے ہی قاتل کافر ہو جاتا ہے ۔ موصوف فرماتے ہیں کہ لوطی اگر دنیا بھر کے دریاؤں کے پانی سے غسل کرے تب بھی پلید ہی رہے گا اور قیامت کو بھی پلید ہی اٹھے گا اور اسی پلیدی کی حالت میں وہ دوزخ میں جائے گا ۔[۱]

الدر المنظوم کی تصنیف کے ۲۱ سال بعد جب سید محمد اکبر حسینی نے حضرت گیسو دراز[؎] کے ملفوظات جمع کئے تو اُن میں بھی لوطیوں کا ذکر موجود ہے ۔[۲] جس زمانے میں حضرت مخدوم جہانیاں کے ملفوظات جمع کئے جا رہے تھے تقریباً انہی دنوں سلطان فیروز شاہ تغلق نے ''فتوحات فیروز شاہی'' لکھی ۔ اس نے بھی اپنی تصنیف میں لوطیوں کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے جنہیں اس نے عبرتناک سزا دی تھی ۔[۳]

زمانے کا شکوہ : مخدرم جہانیاں اپنے زمانے کے بے حد شاکی تھے اور ان کے عہد میں معاشرے میں جو برائیاں پیدا ہو چکی تھیں وہ ان سے اس قدر نالاں تھے کہ وہ عوام سے الگ تھلگ ہو کر زندگی گزارنا چاہتے تھے ۔ جامع ملفوظات رقمطراز ہیں کہ ایک روز مخدوم صاحب نے فرمایا کہ زمانہ بہت برا ہو گیا ہے ، لہذا اس زمانے میں پہاڑوں میں جا کر رہنا چاہیے ۔[۴]

فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت کو امن و امان کا دور کہا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اُس عہد میں چوری چکاری عام تھی ۔ مخدوم

۱۔ سید علاءٗ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۲۳۰ ۔

۲۔ محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلیم ، ص ۵۲ ۔

۳۔ سلطان فیروز شاہ ، ''فتوحات فیروز شاہی'' مشمولہ تاریخی مقالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ، ص ۱۸۶ ۔

۴۔ سید علاءٗ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۲۵۰ ۔

جہانیاں اس بات کے شاکی تھے کہ ان کی چیزیں چوری ہو جاتی ہیں ۔[۱] اگر مخدوم صاحب جیسے بزرگوں کی اشیاء بھی لوگ اڑا لے جاتے تھے تو پھر غریب عوام کی کیا حالت ہو گی ؟

نبیرۂ امیر خسرو : امیر خسروؒ کے نواسے خواجہ خسرو دہلوی ، جو خسرو ثانی کے لقب سے ملقب تھے ، بزرگان دین سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ۔ سید علاء الدین تحریر فرماتے ہیں کہ موصوف اکثر مخدوم جہانیاں کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے ۔[۲] الدر المنظوم کی تکمیل کے ۲۱ برس بعد جوامع الکلم مرتب ہوئی تو اس میں بھی خسرو ثانی کا ذکر ملتا ہے ۔ جب تک بندہ نواز گیسو درازؒ دہلی میں مقیم رہے ، خسرو ثانی ان سے ملتے رہے ۔[۳]

حجامت بنوانے کی اجازت : مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے سر پر اُسترا پھروانا چاہے تو اُسے چاہیے کہ پہلے اپنی بیوی سے اجازت حاصل کرے ۔ اگر وہ غیر شادی شدہ ہو تو اس صورت میں اپنی والدہ سے اس امر کی اجازت لے لے ۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی یہ بیت کذائی اس کی بیوی یا والدہ کو اچھی نہ لگے ۔[۴] یہاں ہمیں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول یاد آتا ہے ۔ موصوف فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیوی بن سنور کر رہے ، اسی طرح اس کے دل میں بھی یہ بات آتی ہو گی کہ اس کا خاوند اپنی وضع قطع درست رکھے ۔

تصوف کا زوال : الدر المنظوم کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مخدوم جہانیاں کی زندگی ہی میں تصوف کو زوال آنا شروع ہو گیا تھا ۔ اس زمانے میں جنوب مغربی پنجاب اور سندھ میں بکثرت جاہل فقیر موجود تھے جو لوگوں کی گمراہی کا باعث بنے ہوئے تھے ۔ موصوف نے روہڑی کے قریب الور کے پہاڑ میں مقیم ایک ''درویش'' کا ذکر کیا ہے جس کے

۱۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۲۳۲ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۳۶۰ ۔
۳۔ محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلم ، ص ۲۰۳ ۔
۴۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ۲۲۱ ۔

پاس شیطان کھانا لاتا تھا ۔[1] اسی طرح اُوچہ کے قریب عثمان نامی ایک فقیر مقیم تھا جس کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے پاس جبرئیل بہشت کا کھانا لاتے تھے ۔ ''جبرئیل'' نے اُسے یہ باور کرا دیا تھا کہ اب وہ مقرب بارگاہ الٰہی ہو گیا ہے اس لیے اُسے نماز معاف ہو گئی ہے ۔[2] اسی طرح انہوں نے اُوچہ کے ایک جاہل فقیر کا ذکر کیا ہے جس کے معتقدین میں خراسانیوں کی اکثریت تھی ۔ لوگوں کے اصرار پر مخدوم صاحب اس سے ملنے گئے تو اس نے ان کو بتایا کہ ابھی ابھی خدا یہاں سے اٹھ کر گیا ہے ۔[3]

اُوچہ شریف بڑے عرصہ سے روحانیت کا مرکز بنا ہوا تھا ۔ وہاں شیخ اسحاق گازرونیؒ ، سید جلال الدین سرخپوش بخاریؒ اور سید احمد کبیرؒ جیسے بزرگ ہو گذرے تھے جن کے انفاس طیبہ سے خطۂ اُوچہ بقعۂ نور بنا ہوا تھا ۔ اس کے باوجود وہاں جاہل درویش بھی مقیم تھے جو لوگوں کو راہ راست سے ہٹا رہے تھے ۔ ایسے ہی جاہل فقیروں کے بارے میں مخدوم جہانیاں فرمایا کرتے تھے :

لا تکن من جہال الصوفیہ فانہم لصوص الدین و قطاع الطریق علیٰ المسلمین ۔[4]

مخدوم جہانیاں کی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی صوفیائے خام کو ''لصوص دین'' کہہ کر پکارا کرتے تھے ۔

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ جب موصوف مکہ مکرمہ سے اُوچہ آئے تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ شہر سے باہر ایک غار میں عثمان نامی ایک فقیر رہتا ہے ۔ مخدوم صاحب بڑے اشتیاق سے اسے ملنے گئے تو اس نے عندالملاقات انہیں بتایا کہ اس کے پاس جبرئیل آتے ہیں اور اُسے کئی بار یہ بشارت دے چکے ہیں کہ وہ مقرب بارگاہ ایزدی ہو چکا ہے اور اس سے نماز موقوف ہو چکی ہے ۔ علاوہ ازیں اس نے مخدوم صاحب کو یہ بھی بتایا کہ جبرئیل اس کے لیے جنت سے کھانا بھی لاتے ہیں ۔ مخدوم جہانیاں

۱۔ سید علاؑ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۵۳۰ ۔

۲۔ ایضاً ، ص ۲۷۶ ۔ ۳۔ ایضاً ، ص ۵۹۱ ۔

۴۔ ایضاً ، ص ۹۱ ۔

نے اس سے کہا "اے نادان ! وہ جبرئیل نہیں بلکہ شیطان ہے اور وہ تجھے نجاست کھلاتا ہے ۔ پیغمبر اتنے مقرب ہیں پھر بھی ان سے تو نماز موقوف نہیں ہوئی بھلا تجھے کیونکر معاف ہو سکتی ہے ؟ اب اگر وہ آئے تو لاحول پڑھنا ۔" مخدوم صاحب کی واپسی کے بعد جب شیطان جبرئیل کے بھیس میں کھانا لے کر آیا تو عثمان نے لاحول پڑھی تو شیطان غائب ہو گیا اور جو کھانا وہ لایا تھا وہ نجاست میں تبدیل ہو گیا ۔ عثمان نے دیکھا تو اس کے کپڑے بھی پلید ہو چکے تھے ۔ عثمان نے توبہ کی اور شریعت پر عمل کرنے لگا ۔[1]

لا لنگاہی کی بغاوت : جامع ملفوظات سید علاؑ الدین لکھتے ہیں کہ عالم آباد میں لا لنگہ قوم کے افراد بغاوت پر آمادہ تھے ۔ اہالیان عالم آباد نے مخدوم جہانیاں سے درخواست کی اگر موصوف وہاں تشریف لے چلیں اور شہر سے باہر قیام فرمائیں تو باغی ان کو دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے ورنہ وہ اہالیان عالم آباد پر شب خون ماریں گے ۔ مخدوم صاحب نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے عالم آباد کی شہر پناہ کے باہر قیام فرمایا ۔ جب باغیوں کو ان کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو انہوں نے شب خون مارنے کا ارادہ ترک کر دیا ۔[2]

مخدوم جہانیاں کے ملفوظات میں Anti-Shia مواد بکثرت موجود ہے ۔ مؤرخین کا یہ خیال ہے کہ اس زمانے میں شیعوں کا کوئی گمراہ فرقہ ، جو اباحت کا قائل تھا ، برعظیم پاک و ہند میں اپنے عقائد کے پرچار میں موصوف تھا ۔ اس لیے خواص و عوام میں ان کے خلاف نفرت پائی جاتی تھی ۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنی خود نوشت "فتوحات فیروز شاہی" میں ایک ایسے ہی فرقے کی نشاندہی کی ہے جو اباحت کا قائل تھا ۔ سلطان نے اس فرقہ کے اکابرین کو قتل کروا دیا تھا اور عام لوگوں کو سزائیں دے کر چھوڑ دیا تھا ۔[3]

۱- سید علاؑ الدین ، الدر المنظوم ، ص ۲۷۵ ۔

۲- ایضاً ، ص ۹۷ ۔

۳- "فتوحات فیروز شاہی" مشمولہ تاریخی مقالات ، ص ۱۸۶ ۔

علامہ اقبالؒ

مسلمانوں کا امتحان*

اگر مذہبی پہلو سے اسلامی زندگی کو دیکھا جائے تو وہ قربانیوں کا ایک عظیم الشان سلسلہ معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً نماز ہی کو لو۔ یہ بھی قربانی ہے۔ خدا نے صبح کی نماز کا وہ وقت مقرر کیا کہ جب انسان نہایت مزے کی نیند میں ہوتا ہے اور جب بستر سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ خدا کے نیک بندے اپنے مولیٰ و آقا کی رضا کے لیے خوابِ راحت کو قربان کر دیتے ہیں اور نماز کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر نماز ظہر کا وہ وقت مقرر کیا جب انسان اپنی کار و باری زندگی کے انتہائی کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے، یعنی اپنے کام میں نہایت مصروف ہوتا ہے۔ عصر کا وقت وہ مقرر کیا جب دماغ آرام کا خواست گار ہوتا ہے اور تمام اعضا محنت مزدوری کی تھکاوٹ کی وجہ سے آسائش کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ پھر شام کی نماز مقرر کر دی جب کہ انسان کاروبار سے فارغ ہو کر بال بچوں میں آ کر بیٹھتا ہے اور ان سے اپنا دل خوش کرنا چاہتا ہے۔ عشاء کی نماز کا وقت وہ مقرر کیا جب کہ بے اختیار سونے کو جی چاہتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے دن میں پانچ مرتبہ مسلمانوں کو آزمایا ہے کہ وہ میری راہ میں اپنا وقت اور اپنا آرام قربان کر سکتے ہیں یا نہیں؟

---

* اقتباس از ہفتہ وار اخبار ''کشمیری'' (۲۸ جنوری ۱۹۱۳ء)، منقول از بشیر احمد ڈار مرتب ''انوارِ اقبال'' (لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۷۷، طبع دوم)، ص ۲۷۸، ۲۷۹۔